رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ الہام مسیح موعود

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا ہے

جلد ۵	۴۔ اگست ۱۹۱۷ء	شنبہ	مطابق ۱۵ شوال سنہ ۱۳۳۵ھ	نمبر ۱۰

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

اِس ہفتہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی طبیعت ناساز رہی لیکن الحمد للہ اب آرام ہے ۔

یکم اگست بعد نماز مغرب حضور نے باوجود ناسازی طبع طلبائے مدرسہ احمدیہ و ہائی اسکول کو ان کے رخصتوں پر جانے کے موقعہ پر نصائح فرماتے ہوئے قریباً ایک گھنٹہ تقریر کی ۔ جو انشاء اللہ کسی اگلے پرچہ میں ہدیہ احباب کی جائیگی ۔

۲۔ اگست سے دونوں مدرسے دو ماہ کی موسمی تعطیلات کی وجہ سے بند ہو گئے

۳۔ اگست کو مبلغین کا ایک وفد جو جناب صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب جناب میر محمد اسحٰق صاحب ۔ جناب شیخ یعقوب علی صاحب اور جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پر مشتمل ہے بمبئی روانہ ہوا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح برستی ہوئی بارش میں قصبہ سے باہر تک ساتھ تشریف لے گئے ۔

اخبار احمدیہ

چٹاگانگ (بنگال) میں تبلیغ

مولانا عبد اللطیف صاحب پروفیسر چٹاگانگ کالج تبلیغ میں آسانیاں پیدا ہونے کے لئے درخواست دعا کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ عام طور پر میری تقریریں سننے سے لوگوں کو روکنے کے لئے یہاں کے علماء نے پچھلے سال سے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے ۔ مگر خدا نے تبلیغ کا ایک اور ذریعہ پیدا کر دیا ہے ۔ اور وہ یہ کہ یہاں کے برہمو سماج نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ایک جلسہ گاہ قائم کی ہے ۔ جسمیں سماج والوں کی طرف سے ہر مذہب کے ایک واعظ کو آنے اور وعظ کہنے کی اجازت ہے ۔ اور مہینہ میں ہر مذہب کے واعظ کو ایک روز دیا جاتا ہے فی الحال ۔ مسلمان ۔ عیسائی ۔ ہندو ۔ برہمو ۔ بدھ ۔ سکھ مذہب کے واعظوں کو موقعہ ملا ہے ۔

خاکسار کو اسلام کی طرف سے تین دفعہ تقریر کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے ۔ پہلی بار ۔ وحی ۔ الہام ۔ مکاشفات ۔ معجزات اور ہستی باری تعالیٰ کے متعلق تقریر ہوئی ۔ دوسری دفعہ ضرورت نبوۃ و رسالت اور اس کی حقیقت کے متعلق ۔ تیسری دفعہ بعثت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ۔ اسلام کی حقیقت اور اس کے برکات کے متعلق جسمیں بتلایا گیا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے ۔ کیونکہ وہ اب بھی بولتا اور اب بھی معجزات دکھاتا ہے ۔ پھر اسلام زندہ مذہب ہے کہ اس کی تائید کے لئے مجددین آتے رہے ۔ اور چودھویں صدی کا مجدد مسیح اور نبی ہے ۔ اُسنے خدا سے پاکر نشانات اور معجزات دکھلائے ۔ اور اسلام کو زندہ مذہب ثابت کیا ۔

برہموؤں ۔ ہندوؤں انگریزی تعلیم یافتہ غیر احمدی مسلمانوں نے میری تقریروں کو غور سے سُنا ۔ لیکن تیسرے لیکچر کے بعد جب میں برہمو سماج کے چند ممبروں کے ساتھ سماج کے مندر کے دروازہ

...اور اس جنگ میں گورنمنٹ برطانیہ کے کامیاب اور اشاعت اسلام کے ذرایع پیدا ہونے کی دعا کی گئی ۔ مذکورہ بالا...... تقریر انشاء اللہ بہت جلدی شایع کرنے کی کوشش کی جائیگی ۔

سے باہر نکلا۔ تو کچھ اشرار دور سے "قادیانی دجال" کہہ کر چلا اُٹھے۔ اور لگے ہنسی اُڑانے۔ اس وقت مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے یہ شعر یاد آگئے

ایکہ دجالم بچشمت نیز ضال ۔ چوں نترسی از خدائے ذوالجلال
مومنے را نام کافر می نہی ۔ کاذم گر مومنی بایں خیال

نیز یہ کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

زیرہ میں جلسہ

زیرہ کے جلسہ احمدیہ پر جناب مولانا غلام رسول صاحب راجیکی و جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق تشریف لے گئے تھے۔ جلسہ بکامیابی ختم ہوا۔

جماعت پشاور

منشی عبدالمجید صاحب احمدی لکھتے ہیں کہ یہاں درس قرآن مجید صبح اور عصر کے بعد روزانہ دو دفعہ اور حدیث کا درس ایک دفعہ باقاعدہ ہوتا ہے جماعت تنگی گڈھ میں بھی باقاعدہ درس ہوتا ہے۔ عید رمضان اور بعض دیگر مفصلات میں بروز شنبہ ہوئی۔ مگر پشاور میں بالعموم اتوار کو ہی ہوئی۔ اور نماز میں قریباً بیس احباب موجود تھے۔ جناب قاضی محمد یوسف صاحب نے نماز کے بعد نزول مائدہ پر لطیف تقریر فرمائی۔

جماعت بٹالہ اور آریہ سماج

جناب ماسٹر محمد طفیل صاحب احمدی اطلاع دیتے ہیں کہ آریہ سماج کے سکرٹری صاحب کو بتاریخ ۱۲ر جولائی ایک مفصل خط شرائط مباحثہ کے متعلق لکھا گیا۔ جس کا انہوں نے ۲۸ر جولائی تک کوئی جواب نہ دیا۔ اسپر ہم نے ایک اشتہار شائع کیا کہ آریہ سماج والے ہم سے مباحثہ نہیں کرتے۔ اور الٹا ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم مباحثہ پر آمادہ نہیں۔ ہم ہر وقت تیار رہیں۔ یہ اشتہار دیکھ کر سماج کے سکرٹری نے ہمیں لکھا کہ ہم مباحثہ کے لئے تیار ہیں تم اپنے مناظروں کو لیکر ہمارے ہاں آجاؤ۔ اسکے جواب میں جناب عبدالرشید صاحب معہ چند احمدی اور غیر احمدی دوستوں کے زبانی شرائط طے کرنے کے لئے آریہ سماج کے مندر میں پہنچ گئے۔ آریہ صاحبان نے یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ تیار ہوکر مباحثہ کرنے کے لئے آگئے ہیں۔ بڑی عاجزی سے کہا۔ ہم مباحثہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم نے آپ کو بلایا ہے۔ ان کے اس کہنے سے حاضرین پر جنمیں غیر احمدی اور ہندو شامل تھے۔ بہت اچھا اثر ہوا۔ اور انہوں نے خوب سمجھ لیا۔ کہ آریہ محض ڈینگیں مارنا جانتے ہیں۔ حقیقت میں ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ احمدیوں کا مقابلہ کرسکیں مگر اس کے بعد انہوں نے منادی کرادی۔ کہ باوجود اسکے کہ ہم نے احمدیوں کو بلایا تھا وہ مباحثہ کرنا نہیں چاہتے اور مقابلہ پر نہیں آتے۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے بھی ایک منادی کرائی گئی جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ "احمدی جماعت آریہ صاحبان سے سماج مندر کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہر وقت بحث کرنے کو طیار ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ آریہ صاحبان کو بحث کرنے کے لئے مجبور کریں۔ اور بحث کے لئے کم از کم دو یا تین دن ہونے چاہئیں تاکہ ہر مسئلہ کا بخوبی فیصلہ ہوسکے۔"

اسی دن نماز مغرب کے بعد پھر ایک دفعہ ہم لوگ اکٹھے ہوکر آریہ سماج کے مندر میں گئے۔ اور ان کو مباحثہ کے لئے دعوت دی۔ مگر انہوں نے کہا کہ اگر مباحثہ کرنا ہے تو یہاں اپنے مناظروں کو لیکر چلے آؤ۔ اور رات رات میں مباحثہ کرلو۔ کل ہمارے مناظر نہیں ٹھہر سکتے۔ اور نہ ہم ان کا مزید خرچ برداشت کرسکتے ہیں اسپر ہماری طرف سے کہا گیا کہ اگر آپ لوگ ان کا خرچ نہیں برداشت کرسکتے۔ تو چلو یہ لوگ ہمارے مہمان رہینگے۔ آخر ہم پر بھی تو ان کا بہت سا حق ہے کہ وہ ہم سے خدمت لیں۔

اسپر وہ ڈاکٹر صاحب جو غالباً آریہ مسافر کے ایڈیٹر ہیں۔ بولے کہ نہیں صاحب۔ ہم کوئی مفلس نہیں کنگال نہیں۔ ہم اپنا خرچ خود برداشت کرسکتے ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ میں میڈیکل پریکٹیشنر ہوں میرے مریض میری انتظار میں ہوں گے۔ اگر میں کل واپس نہ پہنچ سکوں گا تو ان بیچاروں کا بڑا ہرج ہوگا۔ اسپر بھائی عبدالرشید خان صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آخر وہ تو جسمانی مریض ہیں۔ یہاں تو آپکا دعویٰ ہے کہ آپ روحانی مریضوں کا علاج کرنے آئے ہیں۔ کیا جسمانی مریض آپ کی مدد کے زیادہ مستحق ہیں یا روحانی مریض۔ اس کا ان سے جواب تو کوئی نہ بن آیا۔ صرف اتنا کہا کہ مجبوری ہے ہم لوگ کچھ نہیں کرسکتے۔ پھر کبھی آپ ہم کو بلائینگے۔ تو ہم آجائینگے۔ اب ہم نہیں ٹھہر سکتے۔

اسپر ہم تمام لوگوں کے سامنے یہ کہکر چلے آئے کہ ہم مباحثہ کے لئے تیار ہیں۔ اب آریہ مناظر نہ ٹھہریں تو ان کی مرضی۔

اطلاع از لنڈن

جناب مفتی محمد صادق صاحب اپنے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیندہ ہماری ڈاک لنڈن سے ہفتہ وار نہیں جایا کریگی۔ بلکہ پندرہ روزہ۔ اسواسطے دو ہفتوں کی رپورٹ اکٹھی ایک اخبار میں چھپا کریگی۔ ناظرین کو اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ جو باتیں میں الفضل کے واسطے لکھتا ہوں وہی فاروق اور نور میں دہرائی نہیں جاتیں بلکہ ہر اخبار کے واسطے مضمون الگ ہوتا ہے۔ سوائے اُن خاص خبروں کے جو قبول اسلام کے متعلق ہوں۔

تبدیلی پتہ جناب مفتی صاحب

لنڈن میں احمدیہ مشن کی تبلیغ کے واسطے ایک الگ مکان کرایہ پر لیا گیا ہے۔ اور آیندہ مفتی صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب کا پتہ یہ ہے جو انگریزی میں لکھا جاتا ہے:-

No. 4 star st. Edgwo are Rd
London W-2 England

نظم

جو یکم اگست ۱۹۱۷ء کو بوقت صبح تحریر کرکے شام کو حضرت خلیفہ ثانی کے سامنے پڑھی گئی۔ — حکیم احمد حسین احمدؐ

ضیاء[۱] مصطفےٰ کا پرتو ہو جسکے سینے میں
ہلال چرخ گردوں بن کے نکلے ہر مہینے میں
یہ دیکھا قادیاں میں آکے بستاں اپنے احمد کا
کہ ہر گل بس رہا ہے بس محمدؐ کے پسینے میں
پیامی گر ملینگے تو پیام یار کہدونگا
کہ لطف زندگی ہے قادیاں کے مرتے جینے میں
محبت ہو تو ایسی ہو کہ نور الدینؓ کو دیکھو
پس مردن بھی ساتھی ہو کے لیٹا ہی مدینے[۲] میں
در اغیار پہ جاکے مروں یہ تو نہیں منظور
الٰہی موت ہو احمدؐ کا احمدؑ کے مدینے میں

۱؎ ضیاء ذاتی روشنی کو کہتے ہیں جو سورج کے لئے مخصوص ہے۔ اور نور مستفاد روشنی کو کہتے ہیں جو قمر سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ فرمایا:- وجعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً خلفاء کی روشنی مستفاد ہوتی ہے۔

۲؎ مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جو دائمی نشان تقویٰ کا ہے۔ طیب کی نسبت طیب کے ہی ساتھ ہوتی ہے۔ خلافت کے منکروں پر اتمام حجت ہے۔

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)
الفضل
قادیان دارالامان - ۴ر اگست ۱۹۱۷ء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور بیماروں کا اچھا اور مُردوں کا زندہ ہونا

گذشتہ پرچہ میں ہم اس آیت کے ایک حصہ کے معنی بیان کر چکے ہیں۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خالق طیر ہونا نکالا جاتا ہے۔ اب بقیہ آیت کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ جس سے انہیں کوڑھی اور اندھے کو اچھا اور مردہ کو زندہ کرنیوالا بتایا جاتا ہے۔

آیت کا وہ حصہ یہ ہے:- ابری الاکمہ والابرص۔ غیر احمدی صاحبان اس سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد اندھوں کو بینا اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے۔ اول تو ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں انبیاء لوگوں کی جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ روحانی امراض کا علاج کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور اسی غرض کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بھیجا تھا۔ اسلئے اکمہ اور ابرص سے روحانی بیمار مراد لینے چاہئیں۔ اس لحاظ سے یہ مطلب ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک ایسا ابن آدم جو اپنی غلطی کا اعتراف کرنیوالا ہوگا۔ اگر اس کا کوئی روحانی عضو خراب بھی ہو چکا ہو گا۔ مثلاً اس کی روحانی بصارت مٹ چکی ہوگی۔ اور وہ مادر زاد اندھے کی طرح اس بصارت سے محروم ہو گیا ہو گا۔ یا اس کی روحانی حالت ایسی ہو گئی ہوگی کہ مبروص کی طرح اس کا تمام بدن بدنما اور بدصورت ہو گیا ہو گا تو میں اس کو اللہ کے حکم سے اچھا کر دوں گا۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کے دو وجود ہیں ایک جسمانی دوسرا روحانی۔ اور ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ بعض اولیاء اللہ کا ظاہری جسم سیاہ ہوتا ہے لیکن مقرب بارگاہ ایزدی ہونے کے باعث ان کا روحانی جسم نہایت نورانی اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کا ظاہری جسم نہایت خوبصورت اور خوش کن ہوتا ہے۔ لیکن بداعمالیوں کی وجہ سے اس کا روحانی جسم نہایت بدصورت اور بھونڈا ہوتا ہے۔ عام انسانوں کی نظر سے اگرچہ ایک دوسرے کا روحانی جسم پوشیدہ رہتا ہے۔ لیکن انبیاء اور اولیاء اللہ کو اکثر انسانوں کی روحانی حالت کا نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ کوئی کوڑھی کی شکل میں کوئی اندھے کی شکل میں۔ اور بعض سور اور بندر کی شکلوں میں ان کو دکھائے جاتے ہیں تاکہ وہ روحانی بیماروں کو فوراً پہچان جائیں۔ اور ان کے علاج میں انہیں سہولت ہو۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھایا گیا۔ اسلئے انہوں نے کہا کہ اگر کسی کو خاص بیماری ہوگی۔ مثلاً اس کی روحانی بصارت جاتی رہی ہوگی یا اس کا تمام بدن ہی مبتلائے مرض ہو گیا ہوگا تو بھی میری تعلیم سے اس کو شفا ہو جائیگی۔

یہ معنی تو اس لحاظ سے ہوئے کہ اکمہ اور ابرص کو روحانی بیمار قرار دیا گیا۔ جس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن اگر جسمانی بیمار بھی مراد لئے جائیں۔ تو بھی بات صاف ہے۔ کیونکہ اکمہ شب کوری کے مریض کو بھی کہتے ہیں۔ اور ابرص پھلبہری یعنی برص کے بیمار کو۔ اور یہ دونوں ایسی بیماریاں ہیں جو علاج کرنے سے اچھی ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے بیماروں کو اچھا کر دیا۔ تو کیا اچنبہ ہو گیا۔

تیسرے اس کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ بائیبل میں اکمہ اور ابرص کو ناپاک قرار دیا گیا ہے۔ اور انہیں یہودی لوگ ان بیماریوں کی سزا میں اپنی عبادت گاہوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں داخل ہونے کی اجازت دیکر ناپاکی سے بری کر دیا تھا۔ ابری الاکمہ والابرص کے ایک یہ بھی معنی ہیں لیکن سب سے زیادہ موزون معنی یہی ہیں کہ حضرت علیہ السلام روحانی بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ کیونکہ یہی کام ان کی شان اور منصب کے شایان ہے۔ چنانچہ اگلا حصہ آیت اسی کی تصدیق کرتا ہے جو یہ ہے:- احی الموتی باذن اللہ میں مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔ یہاں جسمانی مُردے تو مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ قرآن کریم کے رو سے کسی مردہ کا اس دنیا میں زندہ ہونا صریح طور پر ممنوع ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت۔ جن پر موت آتی ہے۔ انکی روحوں کو اللہ روک لیتا ہے۔ پس یہاں روحانی مردے ہی مراد ہیں۔ اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اکمہ اور ابرص بھی روحانی بیمار ہی ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ویسے لوگ جن کی روحانیت اگر بالکل مر بھی چکی ہوگی۔ تو بھی میں ان کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دوں گا۔

متی ۱۶/۱۹ میں لکھا ہے "اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا۔ اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اسنے (یسوع) اس سے کہا ... اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر"۔ یہاں یہ شخص خود اور حضرت مسیح بھی اس کو مردہ قرار دیکر زندگی حاصل کرنے کے لئے اپنی تعلیم پہ چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ انجیل کی اس آیت میں روحانی موت اور روحانی زندگی مراد ہے۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے:- انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بھادی العمی عن ضلٰلتھم کہ یہ کفار ظاہری جسم کے لحاظ سے تو زندہ نظر آتے ہیں۔ مگر ان کی روحانیت مر چکی ہے۔ اور انکے ظاہری کان سنتے نظر آتے ہیں۔ مگر انکے روحانی کان بالکل بہرے ہیں تیری طاقت میں نہیں کہ ان مردوں اور بہروں کو پاک تعلیم سنا سکے خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوں۔ اور نہ یہ تیری طاقت میں ہے کہ ان روحانی اندھوں کو گمراہی سے راہ راست پر لائے۔

واقعہ میں کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے کہ کسی کی اصلاح کر سکے۔ خدا کا ہی فضل ہو۔ تو کچھ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار حضرت مسیح باذن اللہ باذن اللہ کہتے ہیں۔

عیسائیوں کی طرح غیر احمدی مولوی صاحبان بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح جسمانی مردے زندہ کرتے تھے۔ مگر قرآن کریم کی متعدد آیات سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ مردے دوبارہ اس دنیا میں نہیں لوٹ سکتے جیسا کہ مختصر طور پر ہم پیچھے بتا آئے ہیں۔ اور کسی قدر یہاں بیان کرتے ہیں

قرآن میں خدا تعالےٰ نے انسان کے لئے تین حالتیں مقرر کر دی ہیں۔ ایک دنیاوی زندگی پھر موت

پھر حیات جسکے بعد موت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ کہ اللہ نے ہی تم کو پیدا کیا اور رزق دیا پھر وہی تم کو مارے گا۔ اور وہی پھر تم کو زندہ کرے گا۔ اب اگر بفرض محال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی مردے زندہ کئے ہوتے۔ تو اس وقت تک ان کا دنیا میں زندہ رہنا ضروری تھا۔ کیونکہ ایک دفعہ کی جسمانی موت کے بعد زندگی حاصل ہو کر پھر موت نہیں ہے۔ لیکن ایسا کوئی انسان موجود نہیں جس سے پتہ لگتا۔ کہ انہوں نے کوئی جسمانی مردہ زندہ ہی نہیں کیا۔

پھر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون۔ کہ تم مرنے کے بعد پھر قیامت کو ہی دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ پھر فرماتا ہے:۔ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون کہ جو مر چکے ہیں۔ قیامت تک ان کے اور دنیا کے درمیان روک ہے۔ یعنی وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے۔ قیامت کو ہی زندہ کئے جاوینگے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انھم لا یرجعون کی تفسیر خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر یہ بیان فرمائی کہ مردے دوبارہ دنیا میں زندہ ہو کر نہیں آسکتے۔ چنانچہ بخاری میں حضرت جابر کے والد کا واقعہ اس پر شاہد ہے پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخریٰ۔

کہ روح خدا تعالیٰ دو وقتوں میں قبض کرتا ہے ایک نیند کے وقت اور ایک موت کے وقت۔ جو نیند کے وقت قبض کرتا ہے۔ اس کو تو دوبارہ دنیا میں بھیج دیتا ہے اور جو موت کے وقت قبض کرتا ہے اس کو روک لیتا ہے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا۔ ایسی صریح آیات کے ہوتے ہوئے معلوم نہیں مولوی صاحبان احی الموتیٰ کے کیوں ایسے معنے کرتے ہیں۔ جن سے خدا کے پاک کلام میں تناقض پیدا ہوتا ہے۔ اور علاوہ اس تناقض کے یہ بڑا بھاری نقص ہے کہ اس عقیدہ سے صفات باری میں حضرت مسیح کا اشتراک لازم آتا ہے۔ جسکے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کہ خدا تعالیٰ شرک کے جرم کو بغیر سزا دئے معاف نہیں کریگا ؛

بعض لوگ بھولے پن سے کہدیتے ہیں کہ حضرت مسیح احیاء موتی وغیرہ باذن اللہ کرتے تھے۔ اسواسطے شرک نہیں۔ گویا ان کے نزدیک کسی شخص کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کے اذن سے ایسے خدائی کام کرتا ہے شرک نہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ عیسائی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خدا باپ نے مسیح کو خدائی اختیارات دئے ہیں اس لئے وہ خدا ہے۔ اور شیخ عبد القادر صاحب وغیرہ کی نسبت بھی ان کے معتقدین کا یہی عقیدہ ہے کہ خدا نے انکو یہ طاقتیں دی ہیں۔ اور اسکے اذن سے ہی وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کیوں مشرک کہا جاتا ہے اس طرح تو شرک ہی نہیں رہتا۔ پھر کل اگر کوئی کہدے کہ میں خدا کے اذن سے خدائی کا دعویٰ کرتا ہوں۔ تو کیا یہ جائز ہو گا۔ ہرگز نہیں ؛

پس غیر احمدی دوستوں کو سوچنا چاہیئے۔ کہ اس آیت کے ان معنوں کے رو سے جو وہ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی شان میں فرق آتا ہے۔ قرآن کریم میں تناقض پیدا ہوتا ہے تو درست نہیں ہو سکتے۔ درست اور صحیح معنی وہی ہیں جو دوسری آیات کے مطابق ہوں۔ اور وہ وہی ہیں۔ جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ امید ہے۔ انصاف پسند اور صداقت جو غیر احمدی صاحبان ان پر غور کر کے حق کے سمجھنے کی کوشش کرینگے ؛

النظر

بیوی کی تعلیم

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اپنی مخصوص طرز تحریر کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ حال میں انہوں نے ایک کتاب "بیوی کی تعلیم" کے نام سے شائع کی ہے۔ جسمیں مختلف دینی مسائل اور دنیوی معاملات پر ان کی اور انکی اہلیہ صاحبہ کی خط و کتابت درج ہے۔ جو بڑی عمدگی اور خوبی سے ترتیب دیگئی ہے امور خانہ داری۔ تعلقات میاں بیوی۔ بیاہ شادی، خوشی غمی۔ رسم و رواج وغیرہ کے متعلق مستورات کے نکتہ خیال سے نہایت معقولیت اور اعتدال کے ساتھ خامہ فرسائی کیگئی ہے۔ زبان شستہ اور عبارت عام فہم ہے۔ مضامین میں رنگینی اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مذاقیہ رنگ بھی اختیار کیا گیا ہے۔ مگر مہذب طور پر۔ ہمارے خیال میں مستورات کے لئے اس کا مطالعہ مفید اور اضافہ معلومات کا باعث ہو گا

"لیلیٰ" (خواجہ صاحب کی بیوی) کے نام سے جو جوابات درج ہیں۔ انکی ستھری اور نکھری ہوئی زبان۔ مضمون کی بندش اور خیالات کی خوبی کو دیکھ کر شبہ کیا گیا ہے کہ ممکن ہے۔ انکے لکھے ہوئے نہ ہوں۔ ہمیں اس پر رائے زنی کی ضرورت نہیں۔ ہاں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ خاوند کو جو عزت اور رتبہ اسلام نے دیا ہے۔ اسے لیلیٰ صاحبہ نے مخاطب کرتے وقت مد نظر نہیں رکھا۔ جس کا رکھنا نہایت ضروری تھا۔ تاکہ پڑھنے والی مستورات پر اس کا برا اثر نہ پڑے ؛

ہم اس نقص کو کتاب کی بہت سی خوبیوں کے مقابلہ میں نظر انداز کرتے ہوئے منگوا کر مطالعہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ اچھا لگایا گیا ہے۔ ۱۸×۲۲ کے ۲۴۴ صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ بارہ آنے (۱۲) قیمت پر

کارکن حلقۃ المشائخ عرب سرائے۔ دہلی سے

دستیاب ہو سکتی ہے ؛

پنجاب کی سوغات

جناب ماسٹر احمد حسین صاحب احمدی فرید آبادی ایک عرصہ میدان اخبار نویسی میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ اب آپنے تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا ہے۔ اور خصوصاً آپ کی توجہ مستورات کے لئے مفید اور دلچسپ لٹریچر مہیا کرنے کی طرف ہے۔ جس کی فی الواقعہ ہماری جماعت میں اشد ضرورت ہے۔ چونکہ قصہ کہانی کے رنگ کی کتابیں مستورات میں خاص طور پر دلچسپی سے دیکھی جاتی ہیں۔ اس لئے جناب ماسٹر صاحب نے اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک مفید سلسلہ شروع کیا ہے جس کا پہلا نمبر پنجاب کی سوغات کے نام سے ۳۲ صفحے کا نہایت خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ شایع ہوا ہے جو کیا بلحاظ زبان اور کیا بلحاظ مطالب اس قابل ہے کہ ہماری جماعت کی پڑھی لکھی عورتیں اسے ملاحظہ فرماویں۔

ہم اپنے ناظرین کو بڑی خوشی سے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ از راہ قدردانی اس رسالہ کی متعدد کاپیاں منگوا کر اپنے خاندان کی مستورات میں تقسیم کریں۔ نیز چھوٹے بچے اور بچیوں کو بھی پڑھائیں۔ کیونکہ لکھائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم

خطبۂ عید الفطر

حقیقی عید کیا ہے؟

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ
فرمودہ ۲۲ جولائی ۱۹۱۷ء مطابق یکم شوال ۱۳۳۵ھ

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ط یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون قف وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ط ومن اوفیٰ بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ ط وذٰلک ھو الفوز العظیم ہ التائبون العابدون الحامدون السائحون۔ الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ ط وبشر المومنین (۹ - ۱۱۲ - ۱۱۳)

عید کے دن خوشی کیوں ہوتی ہے؟

آج کے دن کا نام اس نام کے علاوہ جو ہفتہ کے دنوں کا ہوتا ہے۔ ایک اور بھی ہے۔ اس دن کو لوگ عید کہتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں۔ جو جانتے ہیں کہ عید کیا ہوتی ہے۔ چھوٹے بچے جو ابھی اماں اور ابا بھی نہیں کہہ سکتے۔ وہ بھی خوش ہیں۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ خوش ہیں۔ پھر جوان سے بڑے ہیں وہ بھی خوش ہیں کہ ان کے کپڑے بدلے جا رہے ہیں۔ انہیں نہلایا دھلایا جا رہا ہے ان کو مٹھائیاں دی جا رہی ہیں۔ اور آج ان کی پہلے دنوں کی نسبت کچھ زیادہ خاطر و تواضع ہو رہی ہے۔ پھر وہ بھی خوش ہیں جو سکولوں میں پڑھتے یا کوئی اور کام کرتے ہیں۔ کیونکہ آج انہیں چھٹی ہے۔ نہ کہ خوش ہیں کہ عید جس کی آمد کا وہ کئی دن سے انتظار کر رہے تھے۔ آ گئی ہے۔ مگر اسلئے خوش نہیں کہ وہ عید کو جانتے ہیں۔ بلکہ ان کی خوشی صرف اس لئے ہے کہ انہیں آج پہلے کی نسبت اچھی اور زیادہ چیزیں کھانے کو ملی ہیں۔ کپڑے بدلے گئے ہیں۔ بڑے لڑکے بھی خوش ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ عید کو جانتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ مدرسہ سے آزادی ملی ہے بہت لوگوں نے میلے دیکھے ہوتے ہیں۔ وہ عید کو بھی ایک میلہ سمجھ کر خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ اجتماع کا اثر دماغ پر پڑتا ہے۔ اور اس خیال میں اکثر بچے۔ جوان۔ بوڑھے سب ہی شامل ہیں کہ فلاں جگہ اجتماع ہے۔ وہاں جائیں ؏

مگر ان میں سے کثیر حصہ ایسا ہے جو نہیں جانتا کہ آج وہ خوش کیوں ہے۔ آج وہ کونسی ایسی زائد چیز مل گئی ہے۔ جو پہلے نہ تھی کہ جسکے باعث آج غیر معمولی طور پر خوشی ہو اگر صرف کھانے کی چیزیں اس خوشی کا موجب ہیں۔ تو اور دنوں میں بھی ایسا کھانا کھایا جا سکتا ہے۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں۔ کہ جو کھانے آج پکائے گئے ہیں وہ کسی دوسرے دن نہ پکائے جائیں۔ بلکہ اور دنوں میں اس سے بھی زیادہ پکائے جا سکتے ہیں۔ پھر کیا صرف نئے اور عمدہ کپڑے پہننا خوشی کا موجب ہے۔ یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ جو کسی اور وقت میں نہ ہو سکتی ہو۔ سال کے دوسرے کسی ایام میں بھی اچھے سے اچھے کپڑے پہنے جا سکتے ہیں پھر کیا پیشہ ور اور کام کرنیوالے اس لئے خوش ہیں کہ آج ان کو کام سے فراغت ہے۔ نہیں کیونکہ وہ سال کے دوسرے ایام میں بھی کام سے فراغت حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک تاجر بھی اور زمیندار بھی دوسرے ایام میں خوش ہو سکتا ہے ؏

غرض یہ چیزیں جو بظاہر خوشی کا باعث نظر آتی ہیں ان میں تو کوئی ایک بھی ایسی نہیں جو صرف عید سے ہی تعلق رکھتی ہو۔ سال کے کسی دوسرے حصہ میں بھی یہ بطریق احسن میسر آ سکتی ہیں ؏

مگر جب لوگوں سے سوال کیا جائے تو اکثر یہی جواب دینگے کہ ہماری خوشی کا باعث عید ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف لفظ عید ان کی خوشی کا سبب ہے۔ بعض الفاظ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے معانی اور تاریخ ان میں اسقدر پیوست ہوتے ہیں کہ ان کے سننے کے ساتھ ہی فوراً محسوس ہونے لگتے۔ اور دل میں بیٹھ جاتے ہیں یہی حال عید کے لفظ کا ہے مسلمانوں کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو نہیں جانتا کہ اس لفظ میں کیا حکمت ہے۔ مگر اس سے ایک قسم کی خوشی ضرور محسوس کرتا ہے۔ اور اسکے جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے ؏

دانا انسان کی خوشی

نئے کپڑے پہننے اور اجتماع میں جانے سے بہت سے لوگ ہیں۔ جو خوش ہو جاتے ہیں۔ مگر دانا انسان کا کام یہ نہیں کہ وہ ایسی باتوں پر ہی خوش ہو جائے۔ دانا انسان ہمیشہ کسی حکمت کو دیکھتا ہے۔ ایسا انسان جو کسی بات کی حکمت معلوم ہوئے بغیر خوش ہوتا ہے۔ اسکی خوشی بے معنی اور بے حقیقت ہوتی ہے اس کی فرحت راحت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے بعض دواؤں سے عارضی آرام حاصل ہو جاتا ہے۔ آج کے دن اگر محض یہی باتیں کسی شخص کی خوشی کا موجب ہیں۔ جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو ایک دانا کو تو ناخوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آج اسے پہلے کی نسبت زیادہ خرچ کرنا پڑا ہے۔ پھر اس دن کی خصوصیت نہیں رہتی کیونکہ اس قسم کے سامان اور دنوں میں بھی انسان مہیا کر سکتا ہے

خوشی کے ظاہری اسباب

ظاہری طور پر جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو خوشی کے یہی اسباب معلوم ہوتے ہیں۔ کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اس کے لئے خوشی کا موقعہ ہے۔ کسی کی شادی ہوئی۔ اسے خوش ہونا چاہیئے۔ کہ اپنا یا اپنے کسی دوست کا گھر آباد ہوا۔ مال مل گیا۔ یا کسی کو کوئی درجہ یا عہدہ حاصل ہو گیا۔ کسی تاجر کو کسی سودے میں بڑا نفع حاصل ہوا۔ یا کسی کسان کی فصل اچھی ہو گئی اور کھیت پھلا اور پھولا ہے۔ اور غلہ کثرت سے پیدا ہوا۔ اس کے لئے یہ ایک خوشی کی بات ہے۔ پھر ایک حکومت اپنے دشمنوں پر فتح پا کر خوش ہوتی ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں جو اخراجات برداشت کر رہی تھی۔ اور لاکھوں جانوں کو قربان کر رہی تھی ان سے اسے نجات حاصل ہو گئی۔ اور دشمن کا خاتمہ کر کے اس کے ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر ایک طالب علم جب وہ امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی سال بھر کی محنت کا نتیجہ اسے مل گیا ؏

مگر عید کہنے والا اور اس موقعہ پر خوش ہونیوالا کیوں خوش ہوتا ہے۔ کیا اس کے کوئی لڑکا پیدا ہوا۔ یا اس کی یا اس کے کسی دوست کی شادی ہوئی۔ یا کسی تجارت

میں اس کو نفع عظیم ملا۔ یا اس کی کھیتی میں اچھا غلہ پیدا ہوا۔ یا کسی امتحان میں وہ کامیاب ہوا۔ یا اس کو کوئی درجہ اور عہدہ اور خطاب ملا۔ یا اس کو کہیں سے مال حاصل ہوا یا اس کو اس کے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی۔ ان باتوں میں سے تو کوئی بات بھی عید منانے والے کو حاصل نہیں ہوئی پس جب ان وجوہات میں سے جو بظاہر خوشی کا سبب ہوا کرتی ہیں۔ کوئی وجہ بھی عید پر خوش ہونے والے کے پاس نہیں۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی ایسی وجہ رکھتا ہے جو ان سب سے اعلےٰ ہے۔ تو پھر اس کا خوش ہونا پاگلوں کا فعل ہے۔

نادانوں کی خوشی

عید کے دن خوش ہونیوالے لوگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ تمہارے خوش ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اگر وہ صرف اچھے کھانے کھانا۔ نئے کپڑے پہننا ہی بتائیں۔ تو یہ امور، جیساکہ میں پہلے بتا آیا ہوں۔ اور ایام میں بھی میسر آسکتی ہیں ان پر خوش ہونا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ایسے کام پر خوشی جو ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔ اور جس پر بہت کچھ خرچ ہوتا ہے دانائی نہیں ہے۔ اس طرح خوش ہونے والوں پر مجھے ایک بات یاد آگئی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے پاس جب ہم پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن ایک عورت آئی۔ اور اس طرح ہنستے ہنستے کہ گویا اسے کوئی بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ کہنے لگی۔ مولوی صاحب میرا بیٹا طاعون سے مرگیا ہے۔ یہ کہکر پھر ہنستی ہوئی چلی گئی۔ دوسرے دن پھر آئی اور ہنستے ہنستے اور اسی طرح بے اختیار ہو کر کہ اس کے منہ سے مارے ہنسی کے لفظ بھی بمشکل نکلتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کو کہنے لگی۔ حضور میرا دوسرا لڑکا بھی مرگیا ہے۔ تیسرے دن پھر آئی۔ اور اسی طرح ہنستے ہوئے کہا۔ مولوی صاحب میرا خاوند بھی مرگیا ہے اسکے ہاں چار موتیں ہوئیں۔ اور اسنے ہر ایک کا حال مولویصاحب کو ہنس ہنس کر سنایا۔ وہ اس قدر زیادہ ہنستی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے لیکن کیا وہ کسی خوشی کی وجہ سے ہنستی تھی۔ نہیں۔ بلکہ اُسے مراق کی بیماری تھی۔ اس کا دل غمگین تھا۔ اور جو واقعات اسے پیش آئے تھے۔ وہ رُلانے والے تھے اس لئے اُسے رونا چاہیئے تھا۔ مگر اسے رونے کی بجائے ہنسی آتی تھی۔ کیا اس کی ظاہری خوشی درحقیقت خوشی تھی نہیں بلکہ وہ خوشی اسے پاگل ظاہر کر رہی تھی۔

عید کے دن خوش ہونے کی اصل وجہ

میں کہتا ہوں آج خوشی کی کیا بات ہے کہ مسلمان خوش ہیں۔ اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں دے سکتے کہ آج عید ہے۔ لیکن وہ لوگ جو حقیقتاً شریعت کے مغز کو جانتے ہیں وہ اس کا یہ جواب دینگے کہ آج مسلمان اپنے خدا کے حضور چونکہ اس بات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ انہوں نے مہینہ بھر اسکے حضور کامل طور پر اپنی عبودیت کا اقرار کیا ہے۔ پس آج کی خوشی کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے خوشی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے آقا کے حضور جو عہد کیا تھا۔ اس کو پورا کیا۔ اور بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ میں انہوں نے بعض جائز باتوں کو بھی اس کی رضا کے لئے ترک کیا۔

عید کا دن کن کے لئے رونے کا دن ہے

لیکن وہ شخص جو بلا عذر روزوں میں دن کو کھاتا پیتا اور نفسانی خواہشات کو پورا کرتا رہا۔ خدا کے حکم بلاوجہ ٹلاتا رہا۔ اسنے تو اپنی جان پر ظلم کیا۔ اس کے لئے آج خوش ہونے کا کوئی موقعہ نہیں۔ بلکہ اسے تو آج ماتم کرنا چاہیئے۔ پھر جسنے اپنے اندر رمضان کا مہینہ پانے کے باوجود کوئی تبدیلی نہیں کی۔ کوئی عبودیت کا اقرار نہیں کیا کوئی خدا سے صلح کرنے کی تیاری نہیں کی کہ جس سے وہ خدا کے فضل کا جاذب ہوتا۔ اس کے لئے بھی خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس کے لئے رنج کا موقعہ ہے اس کے لئے کسی راحت کا وقت نہیں۔ بلکہ اُسے دکھ درپیش ہے۔ وہ کیوں ہنستا ہے۔ اگر اُسنے روحانی تبدیلی نہیں خدا کا عہد پورا نہیں کیا۔ اور روحانیت کی طرف کوئی ترقی کا قدم نہیں اُٹھایا۔ تو کیا اس کو خوش ہونا چاہیئے۔ ہرگز نہیں اُسے تو رونا چاہیئے۔

عید ایسے دن کو کہتے ہیں۔ جو بار بار آئے۔ اور جسکے بار بار آنے کی خواہش کی جائے۔ مگر کیا وہ شخص جسکے گھر میں ماتم ہو کہتا یا خواہش رکھتا ہے کہ ایسا موقعہ میرے لئے روز روز آئے یا وہ جس کو تجارت میں گھاٹا پڑے یا جس کا مال چورے گئے ہوں۔ خوش ہو کر کہتا ہے کہ میرے لئے یہ موقعہ بار بار آئے۔ یا کسی کا گھر گرجائے یا کوئی اور نقصان ہوجائے تو کیا وہ خدا سے دعائیں کرے گا۔ کہ یہ دن پھر بھی آئے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس شخص نے رمضان میں روحانی ترقی نہیں کی۔ اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کی۔ خدا سے صلح نہیں کی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی نافرمانی اور عہد شکنی کرکے گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس پر یہ دن لوٹ کر آئے لیکن اگر کوئی یہ کہے گا۔ تو کیا اس کے یہ معنے نہیں ہونگے کہ وہ چاہتا ہے کہ ایسا دن مجھ پر بار بار آئے۔ جسمیں میں عہد شکنی اور نافرمانی کرکے خدا سے دور ہی دور ہوتا جاؤں کوئی عقلمند تو ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ایسی حالت جس میں اس نے خدا سے کوئی تعلق نہیں پیدا کیا۔ دین کی کوئی خدمت نہیں کی۔ رُوحانی اصلاح نہیں کی۔ اس پر لوٹ کر آئے۔ تا پھر وہ اسی طرح کرے۔ لیکن جو شخص ایسی حالت کے باوجود عید کے دن خوش ہوتا اور خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ گویا اپنے لئے بددعا کرتا ہے کہ میری ایسی ہی بری اور بدتر حالت رہے۔ ایسا کرنے والے پر بچوں کی کہانی صادق آتی ہے۔ کہتے ہیں ایک شخص کو کسی نے کھچڑی کھلائی۔ جو اسے بہت پسند آئی۔ اور اسنے ارادہ کیا کہ اپنے گھر جاکر بھی پکوائینگے۔ مگر راستہ میں اسے نام بھول گیا۔ اور سوچ سوچ کر "کھاچڑی" نام یاد کیا۔ وہ اس خیال سے کہ پھر نہ بھول جائے۔ اونچی آواز سے یاد کرتا ہوا ایک کھیت کے پاس سے گذرا۔ جسے چڑیوں نے بہت نقصان پہنچایا تھا۔ زمیندار نے جب اس کے مُنہ سے کھاچڑی کھاچڑی سُنا تو اُسے بہت غصہ آیا۔ اسنے پکڑ کر خوب مارا۔ اور کھاچڑی کھاچڑی کہنے سے روک دیا۔ مار کھا کر اس نے کہا یہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔ زمیندار نے کہا کہو اُڑ چڑی۔ اب وہ اُڑ چڑی اُڑ چڑی کہتا ہوا چل پڑا۔ آگے ایک ایسی جگہ پہونچا۔ جہاں کسی شکاری نے جال بچھا رکھا تھا۔ اس کا اُڑ چڑی اُڑ چڑی کہنا شکاری کو بہت بُرا معلوم ہوا اس نے اُسے مارا۔ اور کہا۔ تم اُڑ چڑی کی بجائے یہ کہو کہ آتے جاؤ پھنستے جاؤ۔ آگے جو گیا تو وہاں چور چوری کر رہے تھے۔ انہوں نے اس کا گلا گھونٹا۔ اور کوئی اور فقرہ کہا دیا وہ وہی کہتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں شادی کا سامان ہو رہا تھا۔ وہ اس کے سر چڑھے کہ ایسے موقعہ پر ایسے برے الفاظ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہو کہ خدا یہ دن روز دکھلائے سو وہی

کہ ہوا چلا۔ آگے گئے کچھ لوگ جنازہ لئے جارہے تھے انہوں نے اُسے مارنا شروع کیا کہ ہم پر تو ایک ماتم کا وقت ہے۔ اور تو یہ کہتا ہے کہ خدا یہ دن روز دکھائے

۔ یہی حال ہے اس شخص کا جو عید کی حکمت غرض اور غایت کو نہیں جانتا۔ اور رمضان میں اپنے اندر تبدیلی نہیں پیدا کرتا۔ خدا کی رضاؤں کی راہوں پر اس نے قدم نہیں مارا۔ مگر عید کے دن خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کے لئے عید نہیں بلکہ ماتم ہے۔ اس کو تو یہ کہنا چاہیئے کہ خدا یہ دن مجھے پھر نہ دکھائے نہ کسی اور کو ۔

عید پر کن کو خوش ہونا چاہیئے

لیکن جس نے واقعہ میں رمضان میں اپنے اندر کوئی اچھا تغیر پیدا کیا ہے۔ خدا سے صلح کی ہے۔ خدا کی عبادت کی ہے اس کے لئے عید ہے۔ اور وہ جسقدر بھی خوش ہو اس کا حق ہے۔ ہم دیکھتے ہیں وہ شخص جسے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی خطاب ملتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے۔ اس کے عزیز و اقارب خوش ہوتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ شخص جسے خدا خطاب دیتا ہے۔ جسکو خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ خوش نہ ہو اُسے تو بہت زیادہ خوش ہونا چاہیئے۔ بہت سی عیدیں منانا چاہیئے۔ ہاں جس نے ایک ذرہ بھی قرب حاصل نہیں کیا۔ اس کے لئے عید نہیں۔ جس نے کوئی تغیر پیدا نہیں کیا اس کے لئے بھی عید نہیں۔ اس نے اپنے وقت کو ضائع کیا۔ اپنے مال کو بے وجہ خرچ کیا۔ اس کا عید منانا پاگلوں کا سا کام ہے۔ اور اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ ایک ماتم کے وقت یہ کہنے والے کی کہ خدا یہ دن پھر لائے ۔

پس خوب یاد رکھو کہ یہ دن کوئی دنیاوی خوشی کا دن نہیں آج خوشی منانے کے وہی لوگ مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنے اندر تبدیلی پیدا کی ہے۔ خواہ وہ تبدیلی تھوڑی ہو یا بہت۔ مگر پہلے کی نسبت کچھ نہ کچھ اصلاح کی ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو

عیدیں کیا ہیں

اسلامی عیدیں کیا ہیں ایک جانی قربانی کے بعد ہوتی ہے۔ کہ مہینہ بھر تمام حلال چیزوں کو دن میں ترک کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کے بعد شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ ہم تیرے اس حکم کو بجا لاسکے۔ دوسری عید مالی قربانی کی ہے۔ اس پر مال قربان کیا جاتا ہے ۔

اسلام کسی ایسی عید کا قائل نہیں جس کے ساتھ کچھ قربانی نہو۔ اور وہ قربانی محض خدا تعالیٰ کے لئے نہو۔ اسلام تو عید اسی کو کہتا ہے کہ خدا کی راہ میں مال و جان جو کچھ بھی ہو قربان کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد خوشی منائی جاوے

پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اسی قربانی کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک چیز کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اور کسی چیز کو بھی خدا کے دین کے مقابلہ میں عزیز نہ رکھیں۔ ان کے لئے وہی خوشی کا موقعہ ہوگا۔ جبکہ ان میں یہ طاقت اور ہمت پیدا ہو جائیگی۔ کہ وہ خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ صرف کرنے کے لئے تیار رہیں رمضان کا مہینہ ان کو یہی سبق دینے آیا تھا۔ پس وہ اس سے یہ سبق لیں ۔

مومن کی عید

خدا تعالےٰ مومنین کی نسبت فرماتا ہے ان اللہ اشترٰی من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقراٰن ومن اوفٰی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ ط وذٰلک ھو الفوز العظیم۔ یعنی اگر ہم اللہ سے ہی سودا کریں کہ اپنی جان و مال اس کے حضور میں پیش کردیں۔ جنت کے بدلے۔ پھر وہ جس طرح چاہے ہماری جانوں اور مالوں کو صرف کرے۔ ہمارا یہ کام ہو کہ خدا کی راہ میں جان مال سب کچھ پیش کر دیں۔ اور ان کے دینے میں کوئی عذر نہ ہو۔ پس جب ہم خدا سے یہ بیع کر لینگے۔ اور یہ عہد نامہ پختہ ہو جائیگا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ تم نے بہت اچھا سودا کیا ہے دنیا میں لوگ بہت سے سودے فائدہ اور نفع کی خاطر کرتے ہیں۔ مگر ان کا فائدہ یقینی نہیں ہوتا۔ مگر خدا کہتا ہے کہ جب تم مجھ سے بیع کر لو گے۔ تو تمہارا نفع یقینی ہے۔ وذٰلک ھو الفوز العظیم۔ یاد رکھو یہ بڑی کامیابی اور اس سودے میں بڑا نفع ہے۔ پس مومن کی تو یہ عید ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جان لڑا دے۔ مال پانی کی طرح بہادے جب وہ اس بیع کو پورا کرتا ہے۔ تو اس کو خوش ہو جانا چاہیئے کیونکہ حقیقی عید اسی شخص کی ہے۔ جس نے خدا سے بیع کی اور اس کے حضور اپنا سب کچھ ڈالدیا ۔

اسلام ایک مسلمان کو خوشی کا اسی وقت مستحق سمجھتا ہے جب وہ خدا کی راہ میں قربانی کرے۔ یہاں موجود ہونے والے دوست اچھی طرح اس بات کو سن لیں۔ اور باہر کے دوست اخبار کے ذریعہ معلوم کرکے یاد رکھیں۔ ہر انسان سوچے کہ اس نے اپنے اندر اس عرصہ میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے کہ خوش ہوتا ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خوشی اُسی کے لئے ہے۔ جس نے خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ ڈالدیا۔ بہت لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں جان کو محنت و مشقت میں ڈالنے سے بخل کرتے ہیں کچھ بہت ہیں جو مال دینے سے بچتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے انعام اسی وقت حاصل ہو سکینگے۔ جبکہ اس کی راہ میں اپنی کسی چیز کو نثار کرنے سے دریغ نہیں کیا جائیگا ۔

اسلام کی حالت اور ہمارا کام

آج اسلام پر جو مصیبت کا زمانہ ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ دشمن ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہیں۔ اسلام پر اس سے بڑھکر خطرناک وقت کوئی نہیں گذرا۔ شیطان اپنی ساری فوجوں کو لیکر آیا ہے۔ اور اسلام کی حالت اسوقت ایک ایسے دودھ پیتے بچہ کی مانند ہے۔ جو جنگل میں پڑا ہو اور اس پر چاروں طرف سے درندہ حملہ آور ہوں ۔

آج حقیقی مسلم کے لئے خوشی کا دن نہیں۔ نادان بے شک خوش ہو سکتا ہے۔ مگر وہ جو جانتا ہے کہ اسلام کی کیا حالت ہے وہ کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ اس کی خوشی اسی میں ہے کہ اس کا سب کچھ اس راہ میں نثار ہو جائے۔ پس جس نے اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کیا۔ اس کو خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ کیا اگر کسی کا بچہ بستر مرگ پر پڑا ہو۔ اور وہ اس کے علاج میں کچھ نہ خرچ کرے۔ تو اسے خوشی حاصل ہوگی۔ یا کسی کی بیوی تکلیف میں ہو۔ اور وہ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر خوش ہو گا ہرگز نہیں۔ پھر اس مسلمان کے لئے یہ کیا خوشی کا موقعہ ہے۔ جو اسلام کو مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے۔ ہاں جب ایک انسان اپنا تمام زور لگا چکے۔ پھر اس کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ میں تو اپنی طرف سے جسقدر کر سکتا تھا کر دیا۔ اور اپنی طرف سے کچھ بخل نہیں کیا ۔

پس جب تک اسلام کو پوری طاقت اور قوت حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارے لئے بھی کوئی پوری خوشی نہیں۔ ہمیں حقیقی خوشی اسی وقت ہوگی۔ جب اسلام اکناف عالم میں پھیل

جائے گا۔ اور جب ہم خدا کے فضلوں کے وارث ہو جائینگے اس سے پہلے ہمارے لئے غم ہے۔ کیونکہ ہماری سب سے بڑھ کر اور سب سے اعلیٰ چیز اسلام خطرہ میں ہے ۔

پس تم لوگ آج ہی عہد کر لو۔ کہ تم پر جب اگلی عید آئے تو تم میں ایک تبدیلی پائے ۔ بلکہ تم ابھی سے اپنے اندر تبدیلی کرنی شروع کر دو۔ یہ زمانہ نہایت پُر آشوب ہے۔ تیرہ سال میں اسلام پر ... وقت نہیں آیا۔ جو اب آیا ہے اسی لئے خدا نے مسیح موعود کے ماننے والوں کے لئے وہی انعامات رکھے ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے لئے تھے۔ اگر ہم اس وقت کو کھو دینگے۔ تو اس کے بعد ہمیں کوئی وقت ایسا میسر نہیں آئیگا۔ پس کوشش کرو کہ تمام جہان پر اسلام کی صداقت ظاہر ہو جائے۔ اور تمام اس کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ پھر جتنا بھی کسی نے بڑے سے بڑا انعام حاصل کیا ہے۔ وہ ہمیں حاصل ہو جائے گا۔ اور اس کے دروازہ ہمارے لئے کھل جائینگے۔ اور ہمارے لئے وہی عید کا زمانہ ہو گا۔ جس وقت کہ ان انعامات کو حاصل کرینگے اور خدا کے دین کو تمام دنیا تک پہنچا دینگے۔ یہ وہ دن ہیں جو پھر نہیں آئینگے۔ اس لئے ان کی قدر کرو۔ اور ان کو ضائع نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو تمہیں وہی انعامات حاصل ہونگے جو تمام انبیاء کی معرفت ان کے پیروؤں کو حاصل ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ط یہ وعدے ایسے نہیں کہ جھوٹے ہوں ۔ بلکہ یہ سچے وعدے ہیں۔ کیونکہ ان کا ظہور ہر زمانہ میں ہوا ہے۔ توراۃ کے ماننے والوں سے کیا گیا تھا۔ وہاں پورا ہوا اب متبعین قرآن سے کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان سے پورا نہ ہو۔ پس جنہوں نے خدا سے سودا کیا وہ کبھی بھی ٹوٹے میں نہیں رہے ۔

تم لوگ اسلام کی مدد و نصرت کے لئے کھڑے ہو جاؤ تا شرک اور کفر کی وہ ظلمتیں دور ہو جاویں۔ جنہوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ تم ان عہدوں کو پورا کرو۔ جو خدا کے مامور کے ہاتھ پر کئے ہیں۔ اور ہر ایک رنگ میں مال سے جان سے۔ قلم سے۔ زبان سے۔ جس طرح بھی ہو سکے اسلام کی خدمت کرو۔ یہ دن پھر نہیں آئینگے۔ جب امتحان کے دن قریب ہوتے ہیں۔ تو طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ اور خدا سے دعائیں بھی کرتے ہیں۔ پس تمہارے امتحان کے دن بھی قریب ہیں۔ تم دین میں کامیابی کے لئے خوب محنت کرو۔ اور خدا سے دعائیں بھی مانگو۔ تا اللہ تعالےٰ کے انعامات پاؤ ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب لوگوں کو خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ قادیان کے رہنے والے ہوں یا باہر کی جماعتوں کے۔ سب کو توفیق دے کہ خدا کی راہ میں قدم ماریں اس کے دین کی اشاعت کے لئے کسی چیز کے خرچ کرنے سے بخل نہ کریں۔ بلکہ ہر ایک چیز خوشی سے خرچ کریں۔ تا اللہ تعالیٰ کی اس بشارت عظیمہ کے مستحق ہو جائیں جس کا ایک حصہ نبی کریمؐ کے وقت اور صحابہ کے ذریعہ پورا ہوا۔ دوسرے حصہ کو ہم پورا کرنے والے ہیں ۔

خدا ہمیں وہ دن دکھائے کہ اسلام تمام جہان میں پھیل جائے۔ اللہ کے نبی کی عظمت دنیا پر قائم ہو جائے ہم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ دنیا کے لوگ خدا کی طرف آ جائیں۔ پھر وہ اللہ سے خوش اور خدا ان سے خوش ہو جائے ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم کرے۔ آمین

سیکرٹریان انجمنہائے احمدیہ فوری توجہ فرماویں

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ چاہتے ہیں کہ جس قدر انجمن ہائے احمدیہ ہیں۔ وہ سب براہ راست محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام اپنا چندہ بھیجیں۔ یعنی ضلع انجمن کی معرفت بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ اس تجویز کے منظور کرنے کی تین دلیلیں وہ دیتے ہیں۔ (۱) ایسا کرنے سے تمام انجمنوں کا قادیان سے تعلق زیادہ مضبوط ہو گا۔ بہ نسبت اس کے کہ ضلع کی انجمن کی معرفت چندہ بھیجا جاوے (۲) چندہ زیادہ وصول ہو گا۔ مثلاً ایک انجمن کا چندہ پہلے پانچ روپیہ تھا۔ اور وہ باقی انجمنوں کے ساتھ ملکر ضلع انجمن کی معرفت ایک بڑی مقدار کی صورت میں قادیان آتا تھا۔ لیکن اب جو وہ اپنا چندہ براہ راست بھیجیں گے۔ تو یقیناً انہیں تحریک پیدا ہو گی۔ کہ قلیل رقم ہماری طرف سے نہ جاوے۔ بلکہ زیادہ جاوے۔ پس الگ بھیجنے کی صورت میں ہر انجمن قلت روپیہ کو کثرت سے مبدل کر دیگی (۳) ہمیشہ چندہ کی کمی بیشی کا مقابلہ ہوتا رہے گا۔ اور یہاں سے کمی پر مطالبہ اور بیشی پر اظہار شکریہ ہو کر چندہ میں روز افزوں ترقی کی امید ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ضلع انجمن کے کارکنوں کی تحریک کا اتنا اثر عموماً مقامی انجمنوں پر نہیں ہو سکتا۔ جتنا صدر انجمن کے کارکنوں کی تحریک کا۔ غرض یہ ایک تجویز ہے ... جو مجلس معتمدین کے محاسب صاحب پیش کرتے ہیں۔ قبل اس کے کہ اسے صدر انجمن احمدیہ کے کسی اجلاس میں پیش کیا جاوے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام انجمنوں سے مشورہ لے لیا جاوے۔ سو امید ہے۔ کہ تمام انجمنوں کے سیکرٹری صاحبان اپنے مقامی ممبروں سے مشورہ کر کے جلد سے جلد دفتر سکرٹری میں اپنی راؤں سے مطلع فرما دینگے۔ کہ انہیں اس تجویز سے اتفاق ہے یا نہیں۔ اگر اتفاق ہے تو فبہا۔ اور اگر اختلاف ہے۔ تو کن وجوہات سے ہے سیالکوٹ۔ پاکپٹن اور لائلپور کی ضلع انجمنوں کو خصوصیت سے اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ اول الذکر انجمن اپنی تمام مقامی انجمنوں کا چندہ اپنی معرفت بھیجتی ہے۔ اور موخر الذکر دونو انجمنیں بھی اس کوشش میں ہیں ؛

اس تجویز کے متعلق اتنا یاد رہے کہ گو چندہ سب کا براہ راست آوے گا لیکن ضلع انجمن کے سیکرٹری ہمیشہ مقامی انجمنوں کے معائینہ میں دیکھتے رہینگے۔ کہ انجمن کے افراد کا چندہ ان کی آمدنی کی شرح سے کم تو نہیں۔ یا یہ کہ چندہ انجمن کے تمام ممبروں سے وصول کیا جاتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ کوئی بقایا تو ان کے نام نہیں۔ غرضکہ سوائے اس کے کہ مقامی انجمنیں اپنا زر چندہ براہ راست بھیجیں۔ اور تمام باتوں میں ضلع انجمن کے ماتحت ہونگی۔ والسلام ۳۰/۷/۱۷

سید محمد اسحٰق

قائم مقام سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان